حرمت تکفیر
قرآن وسنت کی نظر میں

تالیف: عبدالطیف عرب تیموری*
ترجمہ: عباس اصغر شبریز

خلاصہ

اسلام کے پھیلنے اور عوام الناس کے جوق در جوق اس آسمانی مذہب کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے کفر واسکتباری طاقتوں کے ایوانوں میں زلزلہ آگیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عالم کفر نے بھرپور کوشش کی کہ اپنی تمام تر قوت کو یکجا کرکے اسلام کے مقابلے میں صف آرا ہوجائے اور اسکے لئے اس نے کسی بھی قسم کے حربے اور فتنے کے استعمال سے دریغ نہیں کیا، حال حاضر میں مسلمانوں کے درمیان تکفیریت کے بیج بو کر اسلام اور مسلمانوں کے چہرے کو مخدوش کرنے میں کوشاں ہے، اس مضمون میں کوشش کی گئی ہے کہ اہلسنت اور شیعہ فرقے کے تفسیری، روائی وتاریخی منابع کو بنیاد بناتے ہوئے قرآن وسنت میں اہل قبلہ کی حرمت تکفیر پر ایک نظر ڈالی جائے تاکہ استعماری طاقتوں کی سازشوں کو بے نقاب کیا جاسکے اور موجودہ اسلامی دنیا پر تکفیریت سے پڑنے والے منفی اثرات اور بیدای امت مسلمہ کی بیداری کا جائزہ بھی لیا جاسکے۔

تکفیر، قرآن وسنت، اہل قبلہ، صحابہ
مستعمل بنیادی اصطلاحیں:

مقدمہ

آج مسلم معاشرہ اور مسلم ممالک جہاں چوطرفہ اندرونی مشکلات اور مسائل کا شکار ہیں، وہیں دوسری طرف عالمی استعماری طاقتوں اور خونخوار صیہونزم نے اسلامی دنیا پر اپنے حملوں کو تیز تر کررکھا ہے۔ اس درمیان افسوس ناک صورتحال یہ ہے کہ بعض افراد اور کچھ سیاسی و دینی دھڑوں کی پیدائش، ان کے غلط افکار اور اور دین کی غلط تفسیر نے بھی امت مسلمہ کی مشکلوں کو کئی گنا بڑھا دیا ہے۔ جو استعداد اور

* حوزہ علمیہ اہل سنت، تربت جام، ایران کے استاد

صلاحیتیں اسلام کی حقانیت اور اس پر امن دین اور نجات دینے والے مذہب کی دنیا بھر میں تبلیغ پر صرف ہونی چاہئے تھیں وہ آپسی جنگوں اور سازشوں میں برباد ہو رہی ہیں۔ تکفیریت اور تکفیری رجحان عصر حاضر کے مسائل میں سے ایک ایسا پیچیدہ مسئلہ ہے جس کا سراغ یوں تو صدر اسلام کے خوارج اور پھر معتزلہ اور اس کے بعد وہابیت کے بوسیدہ ایوانوں میں ملتا ہے لیکن آج دشمنان اسلام کی سازشوں کے ذریعے اس میں ایک بار پھر نئی روح پھونکی گئی ہے جس نے اسلامی معاشروں کو کافی حد تک اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی سماج اور نوجوان نسل کے سامنے تاریخ، قرآن اور حدیث کو بنیاد بناتے ہوئے مسئلہ تکفیریت پر ایک عمیق جائزہ پیش کیا جائے۔اس مضمون میں قرآن و حدیث جو کہ اسلام کے دو گرانبہا ستون ہیں اور جن پر ہر حکم کی بنیاد رکھی جانی چاہئے، ان میں تکفیر کا درجہ طے کرنے اور درحقیقت تکفیر کی تردید اور عدم قبولیت پر عملی اور تحقیق گفتگو پیش کی گئی ہے۔ نیز اس مختصر مضمون میں قرآن کریم اور پیغمبرؐ کی صحیح حدیثوں (کتاب وسنت) میں موجود اہل قبلہ و منادیان توحید کی حرمت اور انکے خون اور جان ومال کی حفاظت کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔مضمون چونکہ مختصر ہے لہٰذا کوشش یہ کی گئی ہے کہ براہ راست بنیادی منابع مثلاً قرآن کریم، اس کے تراجم، اسکی قدیم و جدید تفاسیر اور حدیث کی اصلی و بنیادی کتابوں (صحاح ستہ) اور مستند و معتبر تاریخی کتابوں سے استفادہ کیا جائے۔اس مضمون میں اہلسنت کے تفسیری و حدیثی منابع کے ساتھ ساتھ مشترک موارد میں اس موضوع سے متعلق مختصر طور پر شیعی معتبر تفاسیر و منابع کا حوالہ بھی پیش کرتے ہوئے اہل قبلہ کے سلسلے میں قرآن اور مستند احادیث نبوی رسول اکرمؐ، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، ائمہ ہدیٰؑ اور علمائے دین کی عملی زندگی اور طرز عمل کو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ مضمون کی کیفیت کو دوبالا کرنے کیلئے کوشش کی گئی ہے کہ پہلے سے موجود مواد، ویب سائٹس یا ثانوی تحقیقات اور علمی تحقیق سے استفادہ نہ کیا جائے یعنی براہ راست چشمۂ زلال قرآن کریم اور احادیث نبوی سے فیضیابی حاصل کی جائے۔اس سلسلے میں شیخ جام کے نظریات اور تالیفات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے کیونکہ حوزۂ علمیہ شہر جام، ایران اور خود شہر جام آپ کی ذات والا صفات سے ہی منسوب ہے۔

تکفیر کیا ہے؟

تکفیر عربی لفظ ہے جسکا مادہ "کَفَر" ہے۔اسکو باب تفعیل سے لیا گیا ہے اور متعدی کی صورت میں مختلف معانی میں استعمال ہوتا آیا ہے مثلاً کسی شئ کو چھپانا یا زرہ کو لباس سے ڈھکنا یا اسے چھپانا بلکہ موجودہ مفہوم سے بالکل جدا اور مکمل طور پر ایک دوسرے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کسی کے

گناہ کو بخش دینا، خداوند عالم کے ذریعہ گناہوں کی بخشش، گناہ کو مٹا دینا، انکساری کرنا، کسی کے سامنے سینے پر ہاتھ رکھنا، قسم کا کفارہ دینا وغیرہ۔ اس کے علاوہ اپنے اسی مفہوم میں بھی استعمال ہوا ہے مثلاً کسی بادشاہ کے تاج کا نام رکھنا یا ایسے تاج کو سر پر رکھنا جس کو دیکھ کر انسان خاضع ہو جائے۔[1] اگرچہ ابتدا میں اور زیادہ تر تاریخی استعمالات میں اس لفظ کو "کافر" کے معنی میں بیان نہیں کیا گیا ہے لیکن اس مفہوم میں اسکا اس حد تک استعمال ہوا ہے کہ اب اسکے یہی معنی عام ہو گئے ہیں۔ اب اس لفظ کا استعمال خصوصاً اسی رائج معنی اور اصطلاح میں ہوتا ہے۔ فرہنگ دہخدا کے مطابق اس کے معانی "بے دینی کی طرف نسبت دینا" "کسی کو کفر کی طرف منسوب کرنا" "کسی کو کافر کہنا" ہیں۔[2] اس سلسلے میں دہخدا نے ایک عارفانہ شعر بھی مثال کے طور پر پیش کی ہے:

دانی کہ چنگ و عود چہ تقریر می کنند
پنہان خورید بادہ کہ تکفیر می کنند

دور حاضر میں میڈیا کی زبان میں یہ لفظ "کسی کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

احباط و تکفیر

قرآن شریف میں یوں تو لفظ تکفیر اس تلفظ کے ساتھ نہیں آیا ہے لیکن اس کی دیگر ترکیبیں مثلاً "کفروا، کافرون" وغیرہ کا ذکر ہوا ہے۔ قرآن کے مورد نظر جو معنی ہیں وہ "حبط" ہے جسکی جمع "احباط" ہے۔ یہاں تک کہ بعض اسلامی متون میں لفظ "حبط" تکفیر کی جگہ استعمال ہوا ہے اور وہ اس معنی میں کہ احباط علم کلام کی ایک اصطلاح ہے جس میں گناہ، اطاعت اور ثواب کی نابودی کا موجب بن جاتا ہے۔ معتزلہ متکلمین نے اس کو خصوصیت سے توجہ کا باعث قرار دیا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اگر کسی مسلمان نے خداوند عالم کی اطاعت کی ہے تو آخرت میں وہ اس کی پاداش میں ثواب کا مستحق ہوگا لیکن اگر اس نے کوئی گناہ انجام دیا ہے تو اس کا عذاب اس کی اطاعت کے ثواب سے زیادہ ہوگا۔ اس کے گناہ اس کی اطاعت اور اس کے ثواب کو اس طرح محو کر دیتے ہیں گویا اس نے اطاعت ہی نہیں کی لیکن اگر کسی فرد کا ثواب اس کے گناہوں سے زیادہ ہو تو موضوع تکفیر پیش آتا ہے اور اس کا ثواب اس کے گناہوں کو محو کر دیتا ہے اور چھپا

۱۔ فرہنگ دہخدا، ج ۵، ص ۶۹۱

۲۔ ایضاً

لیتا ہے۔[1] واضح رہے کہ یہ مفہوم تکفیر کے پہلے والے لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے نہ کہ موجودہ اصطلاحی معنی میں۔ یہ بحث مطلق طور پر کلامی ہے جو ہمارے مضمون کے دائرے سے خارج ہے۔ اپنے مناسب مقام پر اس سلسلے میں معتزلہ، اشاعرہ اور امامیہ متکلمین و علماء نے مفصل بحث کی ہے۔ زیادہ تر امامیہ (شیعی) متکلمین اس قسم کے احباط کو قبول نہیں کرتے ہیں۔

قرآن نے مومنین (اہل قبلہ) کی تکفیر نہیں کی

اگر حبط اور اعمال کی نابودی یعنی تکفیر سے متعلق قرآنی آیات پر غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ یہ موارد بعض خصوصی اعمال کو شامل ہیں جن کا تذکرہ قرآنی آیات میں ہوا ہے جن میں عموماً مومنین سے خطاب کیا گیا ہے کہ پہلے ایمان رکھتے تھے لیکن کچھ خاص اعمال کی بنا پر خدا کی طرف سے اپنی تکفیر اور اپنے اعمال کے حبط ہونے کا موجب بن گئے ہیں مثلاً وہ افراد جنہوں نے انبیاء کو قتل کیا ہے (آل عمران، ۲۱-۲۲) یا وہ لوگ جو خدا کی نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں (اعراف، ۱۴۷ و کہف، ۱۰۵) یا وہ جو راہ خدا کو مسدود کرتے ہیں (محمد، ۳۲) یا خدا کو غضبناک کرتے ہیں (محمد، ۲۸) یا خدا کے لئے شریک قرار دینے والے ہیں (انعام، ۸۸، توبہ، ۱۷ و زمر، ۶۵) یا جو پیغمبرؐ کی موجودگی میں اپنی صدائیں بلند کرنے والے ہیں (حجرات، ۲) یا دوسرے موارد۔ اس قسم کی تمام آیتوں میں ایک طرف خداوند عالم ہے اور دوسری جانب وہ مومنین ہیں جو اس قسم کے اعمال انجام دیتے ہیں۔ ان موارد میں صرف اور صرف خداوند متعال معاملے کی تشخیص دیتا ہے، پھر ایک اصول پیش کرتا ہے، اپنے بندے کی تکفیر کرتا ہے اور اس کے اعمال کو حبط کرتا ہے، نہ کہ کوئی اور ذات۔

یہاں سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ان آیتوں کی نص کی بنیاد پر مومن کی تکفیر اور اس کے اعمال کا حبط کیا جانا صرف خداوند عالم سے مخصوص ہے اور کسی دوسری ذات کو مومن کی تکفیر کرنے کا قطعاً حق نہیں ہے کہ نعوذ باللہ خدائی امور میں دخل اندازی کرے۔ طول تاریخ میں اگر اسلام کی مدافعت میں کبھی کسی حقوقی یا شرعی حکم سے متعلق کوئی مورد پیش آتا تھا تو مسلم قضات اور فقہاء، ملزم افراد پر حد جاری کرنے کیلئے دوسری شرعی و عرفی اصطلاحوں سے استفادہ کرتے تھے مثلاً انہیں مرتد یا باغی یا اہل سب وغیرہ کا عنوان دیتے ہوئے حکم صادر کرتے تھے، نہ کہ ان کے عقائد کی بنیاد پر اپنا فیصلہ سناتے ہوں کیونکہ قاضی یا فقیہ کی ذمہ داری کسی بھی فرد کے عقیدے کے سلسلے میں جستجو کرنا نہیں تھی۔ اس زمانے میں شاذ و نادر ہی کسی کی تکفیر کی جاتی تھی کیونکہ وہ حضرات قرآن اور سنت نبی کی صریح نص کی بنیاد پر ایسے کسی مسلمان

۱۔ دائرۃ المعارف، بزرگ اسلامی، ج۶، ص۶۳۹

کی تکفیر نہیں کر سکتے تھے اور اس کے واجب القتل ہونے کا حکم جاری نہیں کر سکتے تھے جس نے کلمۂ شہادتین زبان پر جاری کر لیا ہو، خواہ ایسا کسی خوف یا نفاق کی وجہ سے ہی کیوں نہ کیا گیا ہو۔اس سلسلے میں آئندہ صفحات میں قرآنی و حدیثی موارد پیش کئے جائیں گے۔ تعجب ہے کہ آج کے تکفیری گروہوں کو کیا ہو گیا ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم اور تکفیری فکر کی مخالفت کرنے جیسے کسی بھی سادہ سے عمل پر دوسروں کے اعمال کے حبط ہونے کا فتویٰ اور انکی تکفیر و واجب القتل ہونے کا حکم جاری کر دیتے ہیں؟ آخر یہ دھڑے ایک ایسے فعل کو اتنی آسانی کے ساتھ اپنے ہاتھ میں کیسے لے لیتے ہیں جو صرف اور صرف خدا سے مخصوص ہے اور وہی اس کی تشخیص دے سکتا ہے۔

اہل قبلہ کی تکفیر کی ردّ میں ایک دوسری قرآنی دلیل

"یا ایھا الذین آمنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا و لا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومناً تبتغون عرض الحیاۃ الدنیا۔۔۔۔"

اے ایمان والو! جب تم راہ خدا میں جہاد کیلئے سفر کرو تو پہلے تحقیق کر لو اور خبر دار جو اسلام کی پیشکش کرے اس سے یہ نہ کہنا کہ تم مومن نہیں ہو کہ اس طرح تم زندگانی دنیا کا چند روزہ سرمایہ چاہتے ہو۔[1]

قرآنی کریم نے اس آیت کریمہ میں کس قدر خوبصورتی کے ساتھ واضح طور پر بیان فرمایا ہے کہ مومنین اور اہل قبلہ کو زود گزر دنیاوی سرمائے کی خاطر قتل نہ کر دینا۔ گویا یہ آیت ابھی ابھی ہمارے ہی زمانے میں نازل ہوئی ہے۔یہ بذات خود اس بات کا ثبوت ہے کہ قرآن کریم اپنے اندر ہر زمانے اور تمام حالات کو سمیٹے ہوئے ہے کیونکہ ہم خود مشاہدہ کر رہے ہیں کہ آج تکفیری گروہ کس طرح قتل و غارت گری، ثروت کی جمع آوری اور حصول قدرت میں مشغول ہیں۔اس آیت کی حقیقت اس وقت اور نکھر کر سامنے آتی ہے جب ہم خود سنتے ہیں کہ انہیں حالیہ ایام میں مسلمانوں کو بے دردی سے قتل کرکے ان سے چھینے گئے شہروں کے بینکوں سے اربوں ڈالر ہتھیا لئے جاتے ہیں۔

اس آیت اور تمام شیعہ سنی تفاسیر جن میں اس آیت کی شان نزول میں رسول اکرمؐ اور آپ کے ایک اہم صحابی اسامہ بن زید والا مشہور واقعہ بیان کیا گیا ہے، اسی بنیاد پر تمام قدیم و جدید مفسرین نے یہی مذکورہ نظریہ اخذ کیا ہے اور فقط ظاہری اسلام اور توحید کو ہی کسی مسلمان کی جان و مال کی حفاظت کیلئے کافی مانا ہے۔اس آیت کی شان نزول کو بہتر طور پر سمجھنے اور اپنے مدعا کے اثبات کیلئے مختصراً یہاں پر اس واقعے کو

۱۔ آیت اللہ مکارم شیرازی، قرآن کریم و شرح آیات منتخب، ص ۹۳ و قرآن کریم ترجمہ علامہ ذیشان جوادی اور تفسیر نمونہ، ج ۴، ص ۷۴

تفسیر سورآبادی سے نقل کیا جارہا ہے جو کہ فارسی اور اہل سنت کی قدیم ترین تفسیر ہے (تفسیر طبری اور اسفراینی کے بعد فارسی کی تیسری تفسیر) اور جس کو پانچویں صدی ہجری میں تحریر کیا گیا ہے:

"یہ آیت اسامہ بن زید اور ان کے ذریعے قتل کئے گئے "مرداس بن نہیک "کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے۔واقعہ یوں تھا کہ پیغمبرؐ نے حربی کافروں کے ایک قبیلے سے جنگ کرنے کیلئے اسامہ کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ خبر سن کر قبیلے والوں نے اپنے اموال اور جانوروں کو چھپا دیا تھا۔کچھ لوگ غاروں میں چھپ گئے تھے۔رات کا وقت تھا کہ مرداس بن نہیک نامی ایک شخص نے اپنی بھیڑوں کو ایک غار میں چھپا یا اور خود اس غار کے دہانے پر کھڑا ہوگیا۔ہر ایک کے ہاتھ میں ہتھیار تھا۔اس نے ایک مسلمان کو دیکھا کہ وہ اس کے ایک قبیلے والے کے ساتھ قریب ہی میں جنگ کر رہا ہے،وہ خوف زدہ ہوگیا۔فوراً کہا لاالہ الا اللہ۔اسامہ نے اس پر حملہ کرکے قتل کر دیا اور اس کا لباس اٹھالیا۔ تبھی اسامہ کو خیال پیدا ہوا کہ ارے وہ تو کلمۂ شہادتین پڑھ رہا تھا اور میں نے اس کو قتل کر دیا۔اس فعل سے وہ بہت غمگین ہوئے۔ پلٹے تو رسول کو سارا واقعہ بتایا۔رسولؐ ان پر بہت غضبناک ہوئے اور فرمایا: کیف انت بقائل لا الہ الا اللہ؟ ایک لا الہ الا اللہ کہنے والا تم پر کیسے غضبناک ہوسکتا ہے؟ اسامہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! وہ دل سے کلمہ نہیں پڑھ رہا تھا بلکہ وہ صرف خوف کی بنا پر کہہ رہا تھا۔ پیغمبرؐ نے کہا: ھل شققت عن قلبہ؟ کیا تم نے اسکا دل چیر کر دیکھا تھا؟جب رسولؐ نے فرمایا کہ تم نے اسکو قتل کیوں کیا،اس موقع پر خداوند عالم نے یہ آیت نازل کی۔اسامہ کہتے ہیں کہ رسولؐ مجھ پر اسقدر غضبناک ہوئے کہ میں سوچنے لگا کہ کاش! میں اس دن مسلمان ہی نہ ہوتا اور اس کے بعد مسلمان ہوتا تاکہ یہ آیت میرے سلسلے میں نازل نہ ہوتی۔"[۱]

فاضل مفسر نے اتمام واقعہ پر اپنی فہیمانہ نظر بھی پیش کی ہے: اس آیت سے یہ حجت اور دلیل اخذ کی جاسکتی ہے کہ کسی بھی کلمۂ شہادتین پڑھنے والے کو غیر مومن نہیں کہا جاسکتا، خواہ وہ گنہگار ہو یا کسی خوف و احتیاط کی وجہ سے ایسا کر رہا ہو اور یہ خداوند عالم کا حکم ہے کہ جو بھی اس کی مخالفت کریگا وہ خدا کی بارگاہ میں معصیت کار ہوگا۔[۲]

دوسرے قدیم وجدید، شیعہ وسنی مفسرین بھی اسی نظرئے پر اتفاق کرتے ہیں۔ جیسا کہ سید قطب نے تفسیر فی ظلال القرآن میں اس قبیل کی آیتوں پر تاکید کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

۱۔ تفسیر سورآبادی، ج۱، ص ۹۴

۲۔ ایضاً

"قرآن کے اس طرح کے اصول دلوں کو جلا بخشتے ہیں، قلوب زندہ ہوتے ہیں، پرہیزگاری اور تقویٰ اپناتے ہیں اور خدا کی نعمتوں کو یاد کرتے ہیں۔ قرآن چودہ صدیوں سے اس قدر وضاحت کے ساتھ جامع و مانع انداز میں، نیز بین الاقوامی معاملات کے تمام جوانب کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ درس پیش کرتا آرہا ہے۔ قرآن اسی تقویٰ اور حساسیت کو مد نظر رکھتے ہوئے احکام اور قوانین صادر کرتا ہے۔"[۱]

تفسیر نمونہ میں مرجع عالی قدر آیت اللہ مکارم شیرازی نے بھی اسی مضمون کی تائید فرمائی ہے اور اس واقعہ کو فدک سے نزدیک ایک گاؤں سے مربوط بیان کیا ہے۔ اس سوال کے جواب میں کہ کیا اسلام کسی کے ظاہری اسلام کو قبول کرکے اسلامی معاشرے میں نفاق و منافق کی پرورش نہیں کر رہا ہے جس سے غلط فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ آیت اللہ مکارم نہایت عالمانہ جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ غلط فائدہ تو دنیا کے کسی بھی قانون سے اٹھایا جاسکتا ہے:

"اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ مد مقابل کے دل کے حال سے عدم آگاہی کی بنا پر اس کے ظاہری اسلام کو قبول نہ کیا جائے تو اس سے بے شمار مفاسد پیدا ہو جائیں گے جس کا نقصان ظاہری اسلام کو قبول نہ کرنے سے کہیں زیادہ ہوگا، نیز اس سے انسانی جذبات کو بھی زبردست ٹھیس پہونچے گی کیونکہ جس کسی کے دل میں کسی کے خلاف ذرہ برابر بھی کینہ یا حسد ہوگا وہ مد مقابل کے خلاف بہتان لگا دے گا کہ اس کا اسلام صرف ظاہری اسلام ہے اور اس نے دل سے اسلام کو قبول نہیں کیا ہے۔ نتیجے میں نہ جانے کتنے بے گناہوں کا خون بہہ جائے گا۔"[۲]

اہلسنت کی ایک دوسری معتبر تفسیر، تفسیر جلالین میں بھی اس آیت کی شان نزول کے ضمن میں دیگر شیعہ و سنی مفسرین کی طرح اسامہ اور قبیلۂ بنی سلیم کے ایک شخص والے واقعہ کو ہی بیان کیا گیا ہے:

"مومنین کو قتل نہ کرو۔ جیسا طرز عمل تمہارے ساتھ اپنایا گیا ہے ویسا ہی ان کے ساتھ بھی روا رکھو۔ چونکہ وہ اسلام لے آئے ہیں اور انہوں نے کلمۂ شہادتین جاری کر لیا ہے اس لئے ان سے درگزر کرو۔"[۳]

مذکورہ مفسر اور مرجع عالیقدر نے اپنے ترجمۂ قرآن اور شرح آیات منتخب میں بھی تفسیر نمونہ کی طرز پر اسی مفہوم پر تاکید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب پیغمبرؐ نے قتل مرداس کے بارے میں سنا تو

۱۔ تفسیر فی ظلال القرآن، ج۲، ص ۱۹۳

۲۔ تفسیر نمونہ، ج۴، ص ۷۵

۳۔ تفسیر جلالین، ص ۲۰۶

فرمایا: تم نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا جس نے کلمۂ شہادتین کو زبان پر جاری کر لیا تھا؟[۱] اور جب اسامہ نے جواب دیا کہ اس شخص نے خوف کی وجہ سے کلمہ شہادتین کو جاری کیا تھا تو رسولؐ نے فرمایا:
"تم نے اس کے دل سے پردہ تو نہیں اٹھا دیا تھا کہ باطن کے حال سے آگاہ ہو گئے۔ جب تم اس کے باطن نفس سے آگاہ نہیں تھے تو جو کچھ اس نے زبان سے کہا اسے قبول کیوں نہیں کیا۔"[۲]
یہاں تک کہ پیغمبرؐ کے اسی عتاب و خطاب کی بنا پر اسامہ نے قسم کھائی کہ وہ آئندہ کسی بھی کلمہ پڑھنے والے کو قتل نہیں کریں گے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ خلفائے راشدین کے دور میں جب جنگیں ہو رہی تھیں اور ایک طرف مسلمانوں کا لشکر تھا، اسامہ اسی وجہ سے ان جنگوں میں بھی شرکت نہیں کرتے تھے۔

اہل قبلہ کی حرمت تکفیر پر قرآن کریم سے ایک اور دلیل

۳۔ "یاایھاالذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انّہ لکم عدوّ مّبین"۔[۳]
ایمان والو تم سب مکمل طور پر اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطانی اقدامات کا اتباع نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

یہ آیۂ کریمہ صریحی طور پر ایسے تمام افراد کو اہل سلامتی، صلح والا اور امن و امان کے ساتھ نشست و برخاست کا مستحق قرار دے رہی ہے جو ایمان لے آئے ہیں، اور مسلمان و اہل قبلہ ہو گئے ہیں۔ اس آیت کو دلوں کے احوال سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ نیز اس سلامتی و صلح اور امن و آشتی بھری فضا سے خارج نہ ہونے کی تاکید کے لئے فرمایا ہے کہ شیطانی اقدامات کی پیروی نہ کرنا اور اس کے غلام نہ ہو جانا۔ اس مذکورہ آیت سے یہ بھی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ تمام مسلمانوں کو اس وقت تک مکمل طور پر صلح و صفا اور امن و امان کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ نشست و برخاست کرنی چاہئے جب تک کہ کوئی فرد صریحی طور پر اسلام اور ضروریات دین کے خلاف کوئی اقدام نہ کر بیٹھے۔ کسی کو بھی اس بات کا حق نہیں پہونچتا کہ وہ دوسروں کی تکفیر کر کے انہیں پر امن اسلامی سماج سے خارج کر دے۔ شیطانی اقدامات کی پیروی نہ کرنے سے متعلق اس آیت کے مورد خطاب شاید وہ افراد ہوں جو خود مسلمان ہیں اور مومنین کے زمرے میں آتے ہیں لیکن کسی بھی مقصد یا وجہ کی بنیاد پر وہ اسلامی معاشرے کو صلح و صفا اور امن و امان سے خارج کر کے جنگ و خونریزی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ آیۂ مذکورہ سے استفادہ کرتے ہوئے یہ بھی

۱۔ قرآن حکیم، شرح آیات منتخب، ص ۹۳
۲۔ ایضاً
۳۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۰۸

کہا جاسکتا ہے کہ معاشرے میں امن و امان اور سکون و اطمینان صرف اسی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے جب معاشرہ خدا پر ایمان رکھتا ہو۔ مفسر گرامی قدر کے مطابق، "یہ عمومی حکم ہے جس میں بغیر کسی استثناء کے تمام مومنین سے خطاب کیا گیا ہے خواہ وہ کسی زبان، نسل، علاقے اور معاشرے کے ہوں۔"[۱] یہی وہ صورت ہے جس میں مسلمانوں کے اندر جزئیات عقائد کے فرق کے بجائے فقط اصل اور اصول اسلام کی قبولیت، اسلامی اتحاد اور ایک عالمی اسلامی حکومت کا مضبوط عامل بن سکتی ہے۔ یہ وہ صورت حال ہے جس میں جزئی اختلافات کے باوجود اسلامی فرقوں کے مابین اسلامی وحدت اور خدا اور اس کے رسولؐ پر عقیدہ ایک نئے انداز سے ابھر کر سامنے آسکتا ہے جس میں تمام مسلمان متفقہ طور پر امن و امان کے ساتھ زندگی گزار سکتے ہیں۔ یہ نظریہ اس بات کا بھی موجب بنتا ہے کہ خداوند عالم کی بندگی و عبادت اور اسکے خاتم الرسلؐ کی رسالت کے اقرار کی وجہ سے اسلامی فرقوں کے تمام جزئی اختلافات کی اہمیت ختم ہو جائے یا سرے سے اختلافات ہی ختم ہو جائیں۔ جس کے نتیجہ میں تمام مسلمان خداوند عالم کے لطف کے سائے میں حقیقی امن و امان اور صلح و صفا کے ساتھ زندگی گزار سکتے ہیں۔

۴۔ اہل قبلہ کی حرمت تکفیر سنت پیغمبرؐ اور صحابہ کے نزدیک

جیساکہ سورہ نساء کی آیت ۹۴ کے ذیل میں بیان ہو چکا ہے، رسول اکرمؐ کے قول و فعل اور طرز سلوک کی سنت میں کلمۂ شہادتین کو زبان پر جاری کرنے والے کی جان و مال محفوظ ہے۔ اسامہ پر غضبناک ہونا اور ان سے سوال کرنا کہ کیا تم نے اس کے دل کو چیر کر دیکھا تھا کہ اس کے ضمیر سے آگاہ ہو گئے تھے، اسی نکتے کی طرف اشارہ ہے کہ سنت نبویؐ کے مطابق اہل قبلہ کے اظہار اسلام کو قبول کرنا ضروری ہے، ہمیں اس بات کا حق نہیں ہے کہ ہم دوسروں کے ضمیر اور باطن کے اندر جھانکنے کی کوشش کریں۔ اگر کسی نے اپنے اسلام کا اظہار کر دیا ہو اور ہم نے ضروریات دین کے خلاف اس سے سرزد ہوتا کوئی عمل بھی نہ دیکھا ہو اور وہ ضروریات دین کا منکر بھی نہ ہو تو سنت رسولؐ کی بنیاد پر کافی ہے کہ ہم اس کو مسلمان فرض کریں، اس کی تکفیر نہ کریں اور اس کی جان و مال کو محفوظ رکھیں۔

اب ہم یہاں پر رسول اکرمؐ کے اصحاب کبار میں سے دو افراد کی جو کہ خلفائے راشدین بھی ہیں، عملی سیرت سے دو مثالیں بعنوان نمونہ پیش کر رہے ہیں۔ قابل غور یہ ہے کہ ان مثالوں میں بھی یہی مذکورہ روش اپنائی گئی ہے جو ہمارے لئے عملی درس ہے۔ جب ابو لولو نے خلیفۂ دوم کو کنایۃً (چکی بنانے کے مورد میں) قتل کرنے کی دھمکی دی تو خلیفہ اگرچہ اس کے ارادے کی طرف متوجہ ہو گئے تھے اور

۱۔ قرآن حکیم، شرح آیات منتخب، ص ۳۲

حاضرین کو اس بارے میں بتا بھی دیا تھا لیکن عملی طور پر اس کے دل میں چھپی ہوئی سازش کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا تھا اور اسے آزاد چھوڑ دیا تھا کیونکہ ابھی ابو لولو دائرہ اسلام میں داخل تھا اور اس نے اسلام کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا تھا۔[1]

اسی طرح حضرت علیؑ، ابن ملجم کی جانب سے سازش کا احتمال ہونے اور اس کے ظالمانہ اقدام سے پہلے بارہا اس سے ملتے ہیں بلکہ مسجد کوفہ میں اسکو بیدار بھی کرتے ہیں لیکن اس کے خلاف کوئی اقدام نہیں کرتے۔ یہی وہ دلیل تھی جسکی بنیاد پر آپ نے جنگ جمل، جنگ نہروان اور جنگ صفین میں لشکر کا پیچھا کرنے کو کبھی جائز نہیں مانا اور نہ ان کے اموال اور اسیروں پر تصرف کیا بلکہ ان کے زخمیوں کو امان تک دی۔[2] خصوصاً خوارج کے معاملے میں ان سے جنگ کے باوجود آپ نے اپنے علاوہ دوسروں کو انہیں ختم کرنے کی اجازت بالکل نہیں دی، یہاں تک کہ انکا اور ان کے افراد خانوادہ کا بیت المال سے وظیفہ بھی منقطع نہیں کیا۔آپؑ نے کسی بھی موقع پر اپنے مسلمان مخالفوں کی تکفیر نہیں کی اور نہ انہیں کافر سمجھا۔ اسی وجہ سے ان کے ساتھ وہ جنگی احکام بھی جاری نہیں کیئے جو کفار کے ساتھ جنگ کے دوران اپنائے جاتے ہیں۔

طبری رقمطراز ہیں:

"علی نے کوفہ و بصرہ کے مقتولین جنگ (نہروان) کی نماز جنازہ پڑھی اور مکہ و مدینہ کے مقتولین قریش میں سے بھی دوست و دشمن سب کی نماز جنازہ پڑھی اور سب کو ایک وسیع قبر میں دفن کیا۔۔۔۔اور فرمایا: مسلمان کے مال میں سے رہ جانے والی شئ دوسرے مسلمان کیلیئے ہر گز حلال نہیں ہوتی ہے۔"[3]

حضرت علیؑ کا طریقۂ کار یہ تھا کہ آپ کسی بھی فراری کو قتل نہیں کرتے تھے، کسی بھی زخمی پر حملہ نہیں کرتے تھے، کسی پڑے ہوئے پردے کو نہیں اٹھاتے تھے اور کبھی کسی کا مال نہیں چھینتے تھے۔ جنگ جمل میں آپ کا حکم تھا کہ کسی فراری کو قتل نہ کرنا، کسی بھی زخمی کی جان نہ لینا اور مخالفوں کا پیچھا نہ کرنا۔[4]

صدر اسلام کی تاریخ میں اصحاب، خلفائے راشدین اور ائمہ ہدیٰ کی زندگی سے ایسے بہت سے نمونے نظر آتے ہیں اور یہ تو واضح ہے کہ تکفیر کے سلسلے میں بھی ان تمام حضرات کی سیرت اور

۱۔ تاریخ طبری، ترجمہ پائندہ ج۵، ص۲۰۲۷

۲۔ تاریخ کامل اسلام و ایران ج۳، ص۱۵۴۱ و حسن ابراہیم حسن، تاریخ سیاسی اسلام، ۲۸۴

۳۔ تاریخ طبری، ج۶، ص۲۴۷۱

۴۔ ایضاً، ص۲۴۳۳ اور ۲۴۷۴

طرز عمل ہی حجت ہے۔ در حقیقت اگر کوئی واقعی سلفیت کا دعویٰ کرتا ہے تو حقیقی و صالح سلفیت اور اصلی سنت پیغمبرؐ اور آپ کے اصحاب کی عملی زندگی ہی ہے۔

۵۔ حدیث قدسی میں اہل قبلہ کی حرمت تکفیر

اس سلسلے میں رسول اکرمؐ سے منقول مشہور حدیث قدسی سے استناد کیا جاسکتا ہے:

"من قال لا الہ الا اللہ دخل حصنی و من دخل حصنی امن من عذابی"

جس نے کہہ دیا کہ خدا ایک ہے اور اس کے علاوہ کوئی اللہ نہیں، وہ میرے قلعے میں داخل ہوگیا اور جو میرے قلعے میں داخل ہوگیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہوگیا۔"[۱]

بعض کتابوں میں اس حدیث کے شروع میں ایک دو الفاظ اضافہ یا حذف شدہ ہیں لیکن اکثر منابع میں ایک تکملہ موجود ہے۔ شیعہ کتابوں میں بھی یہ حدیث موجود ہے جس کو حدیث سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے جسے امام علی رضاؑ نے نیشاپور میں بیان فرمایا تھا۔ مشہور ہے کہ حضرتؑ نے اصل حدیث کو بیان فرمانے کے بعد تھوڑا سکوت فرمایا اور اس کے بعد جملہ "بشرطھا و شروطھا وانا من شروطھا" کا اضافہ فرمایا۔ تمام شیعہ و سنی علماء اس حدیث کی اصالت اور استناد پر متفق ہیں اور اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ تمام منادیان توحید اور کلمہ گو افراد کے خدا کے قلعہ میں داخل ہونے کیلئے یہ حدیث حجت ہے جو ان افراد کو ہر عذاب سے محفوظ رکھے گی۔ ظاہری طور پر حدیث میں صرف توحید اور اہل قبلہ سے منسلک ہونے کا ذکر ہوا ہے جس میں خلوص یا نیت کا کوئی تذکرہ نہیں ہے جس سے نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ خود خداوند عالم کلمہ گو حضرات کے قلوب سے واقف ہے، اب اس کے بعد کلمہ گو حضرات کے قلوب سے پردہ اٹھانے یا تجسّس و تفحص کرنے کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہ جاتی ہے۔ اس طرح خدا نے آئندہ آنے والے مفتیان دین، فقہاء اور شدت پسند عناصر کیلئے دروازہ مکمل طور پر بند کردیا ہے، تبھی تو اپنے قلعے میں داخل ہونے اور عذاب سے محفوظ رہنے کیلئے توحید کے صرف ظاہری اقرار کو ہی قبول کرلیا ہے۔ اب تعجب اس پر ہوتا ہے کہ خداوند عالم تو کلمہٴ توحید کا اقرار کرنے والے کو قلعہٴ امن میں داخل ہونے کا پروانہ عنایت کر رہا ہے، پھر کیسے اس کے موحد بندے کو کافر کہا جاسکتا ہے اور کیسے اسے خدا کے قلعہٴ امن سے خارج کیا جاسکتا ہے؟ نعوذ باللہ خدا کی دی ہوئی امان اور حمایت کو کیسے اس سے سلب کیا جاسکتا ہے؟ کیا ایسے بندے کی تکفیر کرنے والا، العیاذ باللہ، خود کو خدا سے برتر فرض کرتا ہے کہ ایسا حکم دے رہا ہے؟ اس

۱۔ مناقب العارفین، ج ۲، ص ۶۷۲

حدیث کی وضاحت کے ذیل میں اس قسم کے تکفیر کرنے والوں کو خطاب کرتے ہوئے شیخ جام فرماتے ہیں:

"اے ناپاک! اے بے علم! اے بے تقویٰ! خداوند عز وجل تو کلمہ گو کو اپنے عذاب سے امان دے رہا ہے اور تو اسے برا کہنے سے باز نہیں آرہا ہے؟ تو رب العزت کے قلعہ امن میں داخل ہو گیا ہے اور تو نے گوہر ہائے ایمان کی سرقت کی ہے۔ بروز قیامت تمام خلق کے سامنے تجھے دار سیاست و قطعیت پر لٹکایا جائے گا۔[1]

اہل قبلہ کی حرمت تکفیر، اہل سنت کے معتبر حدیثی منابع (صحاح ستہ) میں

۱۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں رسول اکرمؐ سے منقول ایک نہایت معتبر اور صحیح حدیث میں اس طرح نقل ہوا ہے:

"اذا قال الرجل لاخیہ یا کافر ھو باء بہ احدھما" جب کوئی اپنے بھائی کو "اے کافر" کہہ کر خطاب کرتا ہے تو یہ کفر اُن دونوں میں سے کسی ایک کی طرف پلٹ جاتا ہے۔[2]

حدیث کے اسی مضمون کو بعض دوسرے افراد نے ابو سلمہ کے ذریعہ سے رسولؐ سے نقل کیا ہے۔ عبداللہ بن عمر سے بھی یہ حدیث نقل ہوئی ہے۔ یہ حدیث معتبر ہے، اسی سے واضح ہو جاتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ مومنین اور برادران دینی کی تکفیر کے سلسلے میں کس قدر سخت تھے۔ آپ نے اپنی عملی سیرت اور سنت میں ایسا کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، یہاں تک کہ آپ نے خود تکفیر کرنے والے کو کافر بتایا ہے۔ امام بخاری نے تو اس باب کا نام ہی "جو اپنے مسلمان بھائی کو بغیر کسی تاویل کے کافر کہے، وہ خود ویسا ہے جیسا اس نے کہا ہے" رکھا ہے۔[3]

یا باب/۷۴ میں امام بخاری کہتے ہیں، "جس نے کسی کا کفر نہ دیکھا ہو اور وہ اسے کافر کہے، خواہ توجیہ کی بنیاد پر یا نادانی کی وجہ سے" (تو وہ خود کافر ہے)۔[4]

اپنے اس قول کی تصدیق کیلئے وہ ایک حدیث بھی نقل کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب نے حاطب بن ابی یلتعہ کے بارے میں کہا کہ وہ منافق ہے۔ پیغمبرؐ نے عمر سے کہا کہ تمہیں کیا خبر؟ خداوند عالم اہل بدر کے

۱۔ بحار الحقیقہ، ص ۸۴

۲۔ صحیح بخاری، ج ۶، ص ۵۴۳

۳۔ صحیح بخاری، ج ۶، باب ۷۳

۴۔ ایضاً، باب ۷۴

حالات سے آگاہ تھا، تبھی تو فرمایا تھا کہ میں نے تمہارے گناہوں کو بخش دیا ہے۔[1] اسی طرح مذکورہ حدیث "جو اپنے مسلمان بھائی۔۔۔" کے سلسلے میں عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ اگر سامنے والا واقعی کافر ہو تو کہنے والے نے صحیح بات کہی ہے جسکا کوئی گناہ نہیں ہے لیکن اگر مد مقابل مسلمان ہو تو اس غلط نسبت کا گناہ خود کہنے والے کی طرف پلٹ جائے گا۔ لہٰذا ہر صورت میں دونوں میں سے کوئی ایک گنہگار ہوگا۔[2]

شیخ الاسلام احمد جامی نے اس حدیث نبوی کی مکمل وضاحت کرتے ہوئے کس قدر خوبصورت انداز میں فرمایا ہے:

"رسولؐ نے فرمایا ہے کہ جو بھی کسی مسلمان کو کافر کہے گا ان دونوں میں سے کوئی ایک کافر ہوگا کیونکہ اگر تم مجھے کافر کہوگے اور مجھے اپنے مسلمان ہونے کا یقین ہوگا تو میں رسولؐ کے قول کی بنیاد پر تمہیں کافر سمجھونگا، جو کچھ تم میرے بارے میں کہوگے میں بھی وہی تمہارے بارے میں کہونگا۔[3]

یہ تو واضح سی بات ہے کہ جس اسلامی معاشرے میں ایک دوسرے کو کافر کہا جا رہا ہو وہاں عام زندگی کا عالم کیا ہوگا، معاشرے میں عقیدتی لحاظ سے کس قدر اتھل پتھل مچے گی اور مسلمانوں کی عام زندگی، مسلم ممالک اور اسلامی سماج میں اس سے نہ جانے کتنے خطرناک نقصانات ہونگے، جیسا کہ آج ہو رہا ہے۔

مزید وضاحت کیلئے ہم یہاں پر شیخ جام کا ایک اور قول نقل کر رہے ہیں جو شیخ اب سے نو سو سال قبل فرما گئے ہیں اور یہ بات گویا عصر حاضر ہی کیلئے کہی گئی تھی۔ ظاہراً اُس دور میں بھی اسلامی معاشرہ موجودہ حالات کے مشابہ حالات اور اُس زمانے کے تکفیریوں سے دوچار تھا۔ شیخ فرماتے ہیں:

"اگر آپ حقیقت پر نظر ڈالیں گے تو مشاہدہ کریں گے کہ سب ایک دوسرے کے خلاف کفر اور بدعت کی گواہی دے رہے ہیں......اب صورت حال یہ ہو گئی ہے کہ غزنین جیسے شہر (جسے آپ موصل یا ہرات یا حمص یا حلب یا دمشق یا نائجیریا......یا ان جیسے حالات سے دوچار کوئی بھی مسلمان شہر کہہ سکتے ہیں) جہاں تمام باشندے ہم مذہب یعنی سنی ہیں اور غازی ہیں، پھر بھی دیکھئے کہ انہی اہل سنت نے اپنے ہم مذہب سنی مردوں، عورتوں اور بچوں کے ساتھ کیا کیا ہے۔ دوسری جانب نزول باران رحمت تھم گیا ہے، مہنگائی آسمان کو چھو رہی ہے، ہزارہا صوفی و درویش حیران و پریشان ہیں، بہت سی پاکیزہ اور شریف

۱۔ ایضاً، ج ۶، ص ۵۴۴

۲۔ لولوٴ مرجان ۶۱

۳۔ بحار الحقیقہ، ص ۸۰

عورتیں مراکز فساد و فحشاء میں چلی گئی ہیں۔ اگر نعوذ باللہ ہم بھی ایسے ہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے تو رسول اکرمؐ کے زمانہ سے اب تک مسلمانوں نے جتنا رنج اٹھایا ہے وہ سب ہمارے اعمال اور ہمارے دیئے ہوئے رنج کے آگے ناچیز ہوجائے گا اور دشمن ہماری مسلمان عورتوں اور بچوں کا وہی حشر کرے گا جو اس نے بیت المقدس کا کیا ہے۔"[1]

یہ وہ دور تھا جب صلیبی جنگوں کی وجہ سے بیت المقدس ظلم کی زد پر تھا۔ خوش قسمت تھے شیخ جام کہ اس دنیا میں نہ رہے ورنہ انہیں فلسطین، قدس و غزہ اور نہ جانے دوسرے کتنے مسلمان شہروں کی موجودہ بدترین صورت حال کا مشاہدہ کرنا پڑتا۔

آگے بڑھکر شیخ جام ایسے مفتیان دین کے خلاف خامہ فرسائی فرماتے ہیں جنھوں نے مسلمان معاشروں کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے انہیں مبتدع، مشبہ، مرجئی، رافضی، صوفی، زعفرانی اور بادنجانی جیسے نام دے دئے ہیں:

"آج فقہاء اور مفتیان دین فتوے دے رہے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کا ذبیحہ حلال ہے لیکن دین پاک کا ہر ذبیحہ حرام ہے۔"[2]

گویا شیخ جام اپنے زمانے سے نو سو سال بعد کے زمانے کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ تکفیری گروہ کتنی آسانی سے مغربی دنیا کی تیار کردہ اشیاء اور خورد و نوش کا استعمال کر رہے ہیں اور اس کے بعد یہودیوں اور عیسائیوں کی خوراک و اسلحے سے مسلمانوں کے درمیان داخلی جنگ کا آغاز کر چکے ہیں۔ شیخ کے قول کے مطابق: "یہ بھی جہالت کا ایک نمونہ ہے...... شرم سے ڈوب مرجانا چاہئے ایسے شخص کو جو اس قسم کا فتویٰ صادر کرے۔ کیا اس کا قیامت پر اعتقاد نہیں ہے؟ لوگوں کو سنت محمدیؐ اور شریعت نبویؐ کی طرف دعوت دو تاکہ کوئی بھی راہ راست رسولؐ سے جدا نہ ہو...... آیات قرآنی اور احادیث مصطفویؐ سے دور ہو چکے ہو اور کفر و بدعت کے فتوے صادر کر رہے ہو۔ تمہیں نہ کفر کی قباحت کا علم ہے نہ بدعت کی۔ اگر تمہیں کفر کی قباحت اور ایمان کی قدر و منزلت کا احساس ہوتا تو ہرگز کلمہ گویوں کو کافر قرار نہ دیتے۔"[3]

اس عالم باعمل اور فقیہ زمان نے کتاب اللہ اور سنت نبویؐ و سیرت صحابہ سے استناد کرتے ہوئے کس قدر روشن فکری کے ساتھ اپنے زمانے کے حالات کو درک کیا ہے۔ اور پھر لوگوں کو ہدایت دیتے

۱۔ بحار الحقیقہ، ص ۸۰

۲۔ ایضاً، ص ۸۲

۳۔ ایضاً، ص ۸۳

ہوئے حبل اللہ کو تھامنے کی دعوت دی ہے۔اتنا ہی نہیں بلکہ شجاعانہ طور پر اپنے زمانے کے ان مفتیان دین اور علماء پر گرجے ہیں جو غلط دین فہمی کی وجہ سے معاشرے میں تکفیر، تفرقہ اور نا امنی کا موجب بن گئے تھے۔آج بھی اسلامی دنیا ایسے ہی مشکلات و مسائل میں مبتلاء ہے اور ایک بار پھر شیخ جام جیسے شجاع اور دین شناس علماء کو پکار رہی ہے۔

۲۔ رسول اکرمؐ سے منقولہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ مقداد بن عمرو کندی نے پیغمبرؐ سے عرض کیا:

"اگر کسی روز کسی کافر سے میرا سامنا ہو جائے، مجھے اس سے جنگ کرنا پڑے اور وہ تلوار سے میرا ایک ہاتھ قلم کردے،اس کے بعد وہ میرے خوف سے کسی درخت پر پناہ لے کر وہیں سے کہے کہ میں مسلمان ہوتا ہوں (کلمہ شہادتین جاری کرلے) تو کیا ایسی صورت حال میں مجھے حق پہونچتا ہے کہ اس کے کلمہ پڑھنے کے بعد بھی اسکو قتل کردوں؟ پیغمبر نے فرمایا: نہیں۔ تم اس کو قتل نہیں کر سکتے۔مقداد نے کہا کہ اے خدا کے رسولؐ! میں اسے کیسے قتل نہ کروں؟ اس نے تو میرا ایک ہاتھ قلم کر دیا اور اس کے بعد کہا کہ اب میں مسلمان ہوتا ہوں۔پیغمبرؐ نے کہا کہ تم اسے قتل نہیں کر سکتے۔اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو تم دونوں کا درجہ ایک دوسرے سے تبدیل ہو جائے گا یعنی وہ اس جگہ پہونچ جائے گا جہاں تم اس کو قتل کرنے سے پہلے تھے اور تم اس جگہ قرار پاجاؤگے جہاں وہ مسلمان ہونے سے پہلے تھا۔[1]

اس صحیح و معتبر حدیث میں اہل قبلہ کی تکفیر کو حرام بتایا گیا ہے، یہاں تک کہ ایک تازہ مسلمان ہونے والے اور مسلمان ہونے سے پہلے دوسرے مسلمانوں کو ضرر پہونچانے والے کافر کی تکفیر کو بھی صرف کلمہ پڑھ لینے کی وجہ سے حرام کہا گیا ہے،اب مسلمانوں اور پھر ایسے مسلمانوں کی تو بات ہی جدا ہے جو صدیوں سے اہل قبلہ، عبادت گزار اور بلاد اسلامی کے باشندے رہے ہیں جنکا روزانہ کا معمول ہی کلمہ پڑھنا ہے۔ایسے تمام افراد کی جان و مال اور ناموس کی حفاظت کرنا واجب ہے۔

۳۔ایک دوسری معتبر حدیث میں منقول ہے کہ ایک شخص معاذ بن جبل کی امامت میں نماز جماعت پڑھ رہا تھا۔نماز کے طولانی ہونے اور نماز جماعت میں سورہ بقرہ کی قرأت کی وجہ سے وہ نماز جماعت سے جدا ہو گیا اور فرادیٰ نماز پڑھنے لگا جس کی وجہ سے معاذ نے اس پر نفاق کا الزام لگا دیا۔پیغمبر اکرمؐ نے جب سنا کہ وہ شخص محنت کش انسان ہے اور اور اس کا جسم طولانی نماز کا متحمل نہیں ہو سکتا تو اس کا دفاع اور بچاؤ کرتے ہوئے معاذ بن جبل سے جو کہ کبائر صحابہ میں سے ہیں، فرمایا، "اے معاذ! کیا تم لوگوں کو

۱۔ لولؤ و مرجان، احادیث مشترک بخاری و مسلم، ج ۱، ص ۲۸۳ ۷

فتنوں کی وادی میں ڈھکیلنا چاہتے ہو اور پھر تین بار فرمایا: "والشمس والضحیٰ" اور سبح اسم ربک الاعلیٰ جیسے سورے پڑھا کرو، اور اس طرح اس شخص پر لگا نفاق کا داغ دھویا اور اسے مسلمان و قابل احترام ثابت کیا۔[۱]

۴۔ صحیح بخاری و مسلم میں منقول ایک دوسری معتبر حدیث میں رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے:

"امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فقد قال لا الہ الا اللہ فقد عصم منی نفسہ و مالہ الا بحقہ و حسابہ علی اللہ"

مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ وہ لاالہ الا اللہ کہیں۔ جو بھی خدا کی وحدانیت کا اقرار کرلے گا اس کی جان و مال میری طرف سے محفوظ ہے مگر اس کی گردن پر جو حق (نیت اور چھپ کر کیا گیا کام) ہے اسکا حساب خدا کے ہاتھ میں ہے۔[۲]

اہل قبلہ کی تکفیر کے حرام ہونے کے سلسلے میں سنت نبویؐ میں کیا اس سے زیادہ واضح حکم مل سکتا ہے؟ تعجب اس بات پر ہوتا ہے کہ ان معتبر احادیث اور واضح احکامات کو کیسے نظر انداز کر دیا گیا ہے!

۵۔ اسی سلسلے میں ایک اور حدیث میں ابن عمر سے روایت ہے کہ رسولؐ فرماتے ہیں، "مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ وہ وحدانیت خدا اور رسالت محمدؐ کا اقرار کریں، نماز کی ادائیگی کریں اور زکات ادا کریں۔ اگر وہ ان کاموں کو انجام دے لیتے ہیں تو ان کا خون اور مال میری طرف سے محفوظ ہے مگر ان کی گردن پر جو حق (نیت اور چھپ کر کیا گیا کام) ہے اسکا حساب خدا کے ہاتھ میں ہے۔[۳]

یہاں بھی پیغمبرؐ نے صراحت کے ساتھ کلمۂ طیبہ اور رسالت محمدیؐ کے اقرار اور نماز و زکات کو مسلمانوں کی حفاظت اور عدم تکفیر کی شرط بتایا ہے جبکہ نیت اور اخلاص کو خدا کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اس معتبر حدیث سے استناد کرتے ہوئے کسی بھی اہل قبلہ نماز گزار اور زکات کے ادا کرنے والے کی تکفیر نہیں کی جاسکتی اور کسی نے ایسا کیا تو اس نے سنت نبویؐ کے خلاف عمل کیا ہے۔

۶۔ عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے، "سباب المسلم فسوق و قتالہ کفراً" کسی مسلمان پر سبّ و شتم کرنا موجب فسق ہے اور توہین کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج

۱۔ صحیح بخاری، ج ۶، ص ۵۴۴

۲۔ لولؤ و مرجان، احادیث مشترک بخاری و مسلم، ص ۴۹

۳۔ ایضاً، حدیث ۱۵، ص ۵۰

ہو جاتا ہے اور مسلمان سے جنگ کرنا کفار کی صفت ہے۔[۱] کیونکہ کسی مسلمان کے ساتھ اس قسم کا طرز عمل، کفران نعمت اور میل و محبت کا انکار ہے جو اسلامی اخوت اور بھائی چارے کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی۔اس توہین اور تکفیر کی وجہ سے یہ محبت اور بھائی چارہ بکھر جاتا ہے۔واضح رہے کہ جب خود آنحضرتؐ کسی مسلمان کی توہین کے سلسلے میں یہ حکم دے رہے ہیں تو تکفیر مسلمان، کس قدر عظیم گناہ ہوگا جس سے اسلامی دنیا میں نہ جانے کتنے بھیانک مفاسد و مسائل پیدا ہو جائیں گے۔

۷۔ایک دوسری معتبر حدیث میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے:

"ثلث من اصل الایمان: الکف عمن قال لا الہ الا اللہ، و لا نکفرہ بذنب، ولا نخرجہ من الاسلام بعمل والجھاد۔۔۔"

تین چیزیں اصول ایمان میں شمار کی جاتی ہیں: اول یہ کہ جو بھی لاالہ الا اللہ کا اقرار کرلے (اس کے ساتھ حسن ظن کیا جائے)، کسی گناہ کی انجام دہی کی وجہ سے اسکی تکفیر نہ کی جائے اور اسے دائرہ اسلام سے خارج نہ سمجھا جائے۔دوم جہاد و......[۲]"

اس حدیث کا مصداق یہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے کلمہ گو اور اہل قبلہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔زمانۂ قدیم میں خوارج و معتزلہ اور عصر حاضر میں بعض خاص فرقوں اور تکفیریوں کے برخلاف اہل سنت والجماعۃ کا نظریہ ہے کہ کسی بھی کلمہ گو مسلمان کو کافر نہیں کہا جاسکتا اور نہ ہی اسکو دائرہ اسلام سے خارج تصور کیا جاسکتا ہے۔ایسا کوئی بھی اقدام صراحت کے ساتھ بیان کی گئی معتبر حدیث نبویؐ کے خلاف ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آخر کوئی کس طرح خود کو مسلمان اور پیرو سنت رسولؐ کہہ سکتا ہے جبکہ وہ رسولؐ کی فرمائشات کے خلاف قدم اٹھا رہا ہو اور دوسرے مومنین اور اپنے دینی بھائیوں کی تکفیر کر رہا ہو؟

۸۔مزید ایک دوسری حدیث میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ پیغمبرؐ فرماتے ہیں:

"من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ و ذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ"

جو بھی ہماری طرح نماز بجالاتا ہو، ہمارے قبلے کی سمت رخ کرتا ہو اور ہمارے ذبیحہ کو کھاتا ہو وہ مسلمان ہے۔اس کے لئے خدا اور اس کے رسولؐ کی امان ہے۔لہٰذا اس کی امان کے بارے میں عہد خدا

۱۔ ایضاً، ص ۶۳

۲۔ علامہ نعمانی، معارف الحدیث، ص ۱۲۰، منقول از ابو داؤد

کومت توڑو۔[۱]

درحقیقت رسول اسلامؐ نے اپنے اس صریح حکم کے ذریعے اُس دور کے اپنے اصحاب اور اس کے بعد قیامت تک آنے والے مسلمانوں، علماء اور فقہاء کو یہ سمجھایا ہے کہ اگر ضروریات دین کے بجائے بعض موارد میں کسی مسلمان کے عقائد اور نظریات ہمارے احکامات کے برخلاف دیکھو اور اس کے اندر مذکورہ نشانیاں بھی دیکھو تو اس کو یہ کہہ کر کافر قرار مت دیدینا اور دائرہ اسلام سے خارج مت کردینا کہ اس نے قلبی طور پر ایمان لانے کے بجائے نفاق یا خوف یا اور کسی اور وجہ سے اسلام کا زبانی اقرار کرلیا ہے بلکہ ایسے مسلمان کے سلسلے میں خدا اور اس کے رسولؐ کی امان کو محفوظ رکھا جانا چاہئے، اس کی ہر موقع پر حمایت کی جانی چاہئے اور نفاق یا خوف کے بہانے اسلامی مروت کا گلا نہیں گھونٹنا چاہئے۔

۹۔انس بن مالک جو کہ پیغمبرؐ کے قریبی ترین افراد میں سے ہیں، آپ کے ساتھ مستقل رہنے والے ہیں، اور آپ کے خدمت گزار بھی ہیں، ساتھ ہی نقل حدیث میں مورد اعتماد بھی ہیں، رسول اسلامؐ سے نقل کرتے ہیں:

"مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کریں۔ لہٰذا جو بھی اقرار کرلے اور ہماری طرح نماز بجالائے، ہمارے قبلے کی سمت رخ کرے اور ہمارے ذبیحے کو کھائے اس کا خون اور مال ہم پر حرام ہے مگر اس کی گردن پر جو حق ہے اس کا حساب خدا کے ہاتھ میں ہے۔[۲]

سنن ابی داؤد میں اسی مضمون کے ساتھ ایک اور حدیث نقل ہوئی ہے جس کے تکملہ میں "حسابھم علی اللہ" کے بجائے جملہ "لھم ما للمسلمین وعلیھم ما علی المسلمین" ذکر ہوا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جن افراد نے دعوت اسلام کو قبول کرلیا ہے، ان کے خلاف نہ صرف یہ کہ جنگ کا خاتمہ ہوگیا ہے بلکہ انکی جان و مال محفوظ ہے اور حقوق اور ذمہ داریوں میں وہ ہمارے اور دیگر تمام مسلمانوں کے برابر ہیں۔[۳]

۱۰۔ سنن ترمذی اور نسائی سے نقل شدہ ایک اور حدیث میں رسول اکرمؐ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں:

"مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں اور مومن وہ ہے

۱۔ ایضاً، ص۹۷، منقول از بخاری

۲۔ ایضاً، ص۱۱۸، از منقولہ بخاری وابوداؤد

۳۔ علامہ نعمانی، معارف الحدیث، ص۱۱۸، بخاری وابوداؤد سے منقولہ

جس کی طرف سے دوسرے اپنی جان و مال کیلئے کسی طرح کے خطرے کا احساس نہ کریں۔[۱]

مذکورہ حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسے افراد کو کیسے پیروئے دین محمدؐ مان لیا جائے جو خود کو کہتے تو مسلمان ہیں لیکن ان کے اعمال، کردار و رفتار و گفتار کی وجہ سے اسلامی معاشروں میں دہشت و وحشت پیدا ہو رہی ہے، ہر طرف قتل عام ہو رہا ہے اور عالمی سطح پر غیر مسلم دنیا میں اسلام کی بدنامی ہو رہی ہے۔

اگر مذکورہ قرآنی آیات اور احادیث پر غور کیا جائے تو خود بخود واضح ہو جاتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ، آپ کے اصحاب، خلفائے راشدین، ائمہ ہدیٰ اور گزشتہ و موجودہ علماء کی نظر میں تمام اہل قبلہ اور کلمہ گو افراد قابل احترام ہیں جنکی جان، مال، ناموس اور زندگی کا تقدس و احترام لازم ہے۔ قرآنی آیات معتبر احادیث نبویہ، پیغمبرؐ اور آپ کے اصحاب کی عملی سیرت اور کردار میں ایسے متعدد نمونے تلاش کئے جا سکتے ہیں جن میں منادیان توحید اور کلمہ گو افراد کی حرمت اور احترام کا حکم موجود ہے جس پر عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اگر اس سلسلے میں کسی نے گزشتہ ادوار یا موجودہ زمانے میں کتاب و سنت کی نص کے خلاف کوئی اقدام کیا ہے تو وہ خود اس دنیا یا پھر آخرت میں خداوند متعال اور مسلمانوں کے سامنے جوابدہ ہوگا۔ کتاب و سنت کیا کہہ رہی ہے اور ہم سے کیا مطالبہ کر رہی ہے اس کا علم رکھنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ اہل قبلہ کی حرمت کوئی ایسی شئی نہیں ہے جس کو کتاب اللہ اور سنت رسولؐ سے جدا کیا جا سکے۔

پیش نظر مضمون کے اختصار کی وجہ سے اس سلسلے میں مزید دلائل پیش نہیں کئے جا سکتے۔ لہٰذا خاتمے کے طور پر ایک بار پھر اس گراں قیمت حدیث نبویؐ کا ذکر کیا جا رہا ہے:

"الا ان الذین النصیحۃ الا ان الذین النصیحۃ الا ان الذین النصیحۃ قالوا: لمن یا رسول اللہ؟ قال: للہ ولکتابہ ولرسولہ والائمۃ المسلمین وعامتھم"[۲]

اس آرزو کے ساتھ کہ تمام مسلمان خصوصاً تکفیری عناصر، علماء و دانشوران اسلام، عام مسلمان اور تمام دوستداران اسلام، الٰہی آیات اور احادیث نبویؐ کا مطالعہ کریں گے اور ان پر عمل کریں گے، انشاء اللہ۔

نتیجہ

۱۔ "ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءھم البینات واولٰئک لھم عذاب عظیم"

۱۔ ایضاً، ص ۱۳۵

۲۔ احمد جام نامقی بجار الحقیقہ، ص ۸۶ و نیز صحیح مسلم و سنن ترمذی،

اور خبردار ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جنہوں نے تفرقہ پیدا کیا۔ واضح نشانیوں کے آجانے کے بعد بھی اختلاف کیا کہ ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔[۱]

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے یہ مفہوم لیا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کے بیچ تفرقہ واختلافات کی آگ بھڑکانے سے دشمنوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی عزت و شوکت خاک میں مل جائے گی اور اس پر شدید عذاب ہوگا۔ اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوگا کہ کفار کے اندر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف حملے کی جرأت و ہمت پیدا ہوجائے گی۔

۲۔ تکفیر کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس سے مسلمانوں اور اسلامی فرقوں کے درمیان آپسی اعتماد کو ٹھیس پہونچے گی جس سے مسلمان ایک دوسرے سے دور ہوجائیں گے۔ جس کے نتیجہ میں وحدت اسلامی کا شیرازہ بکھر جائے گا، امت واحدہ کے لئے تشکیل دئے گئے اصولوں کو شدید خطرات کا سامنا کرنا پڑیگا اور پھر بغیر کسی دلیل کے یا لاعلمی کی وجہ سے کوئی بھی اسلامی فرقہ کسی بھی دوسرے اسلامی فرقے کی تکفیر کردے گا اور صرف خود کو مسلمان فرض کرے گا جبکہ حالات یہ ہیں کہ اسلامی دنیا کو شدت کے ساتھ وحدت واتحاد کی ضرورت ہے۔

۳۔ تکفیر کا دوسرا نقصان یہ سامنے آیا ہے کہ اس کی وجہ سے اسلام کو صلح و صفا اور امن وآشتی کے مخالف مذہب کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا جارہا ہے جس کو دلیل بنا کر اسلاموفوبیا کے ذریعے دنیا کو خوف زدہ بھی کیا جارہا ہے تاکہ اسلام کی طرف آنے کی یورپی وامریکی جوانوں کی شدید خواہش کو دبایا جاسکے۔ چونکہ وہ یورپ اور امریکہ میں اسلام کو سینے سے لگانے والے جوانوں کے سیلاب کو نہیں روک سکے لہٰذا کوشش کی گئی کہ ان کے سامنے اسلام کا ایک ناگوار اور خطرناک چہرہ پیش کرکے انہیں اسلام سے ہی خوف زدہ کردیا جائے تاکہ اپنے مادی اور عیسائی معاشرے کو اسلام پسندی کی امواج سے محفوظ رکھ سکیں اور اس کی جگہ اسلاموفوبیا کو لاکر رکھ دیں۔

۴۔ اس قسم کا طرز عمل اور تکفیری رجحانات دنیا کی نظر میں اسلام کا چہرہ بگاڑنے کا موجب بنتے ہیں، یعنی یہ کہ صرف کچھ برسوں پہلے اور تکفیری رجحانات کے رواج پاجانے سے قبل تک ایک یورپی اور امریکی باشندے کے سامنے اسلام اور مسلمان کا تصور ایک ایسے مرد یا عورت کا تھا جو مہذب، با وقار، باادب لائق، باپردہ اور مناسب لباس والی ہو، جس کے ہاتھ میں قرآن کا ایک نسخہ ہو اور وہ شائستگی کے ساتھ مسکراتی ہوئی پر وقار انداز میں یورپ اور امریکہ کے عوام کو اپنی عقل وخرد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قرآن

۱۔ قرآن حکیم وشرح آیات منتخب، (آل عمران، آیت ۱۰۵ص ۶۳)

اور اسلام و عدالت کی طرف دعوت دے رہی ہو، لیکن آج دنیا کا تصور یہ ہے کہ مسلمان یعنی جس کا چہرہ خطرناک ہو، لمبی ڈاڑھی ہو، کمر میں گرینیڈ اور ہاتھ میں بندوق ہو، لباس سیاہ ہو اور جس کو خونریزی اور غارت گری کے سوا اور کچھ سجھائی ہی نہ دیتا ہو۔

ذرا غور فرمایئے کہ اسلام کے اس چہرے سے یورپی اور امریکی بچے یا نوجوان کے ذہن میں کون سی تصویر اپنی جگہ بنائے گی؟

۵۔ایک دوسرے کی تکفیر اور مسلم ممالک میں آپسی جنگ کی وجہ سے مسلمانوں کا ایک طبقہ آسانی کے ساتھ کفار کا آلہ کار بن کر ان کی سازشوں کو عملی جامہ پہنا دیتا ہے جس کے نتیجے میں اپنی غیرت و عزت کو بیچ کر اقتصادی طور پر کفار کا محتاج و نمک خوار بن جاتا ہے۔اس سے کفار کو موقع فراہم ہو جاتا ہے کہ وہ مسلم ممالک اور اسلامی سرزمینوں پر پھیل جاتے ہیں جس کے بُرے نتائج دین اور اسلامی دنیا کو برداشت کرنے ہونگے کیونکہ حدیث نبویؐ "ویلکم او ویحکم لا ترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض" خبردار! میرے بعد کفر کی طرف مت لوٹ جانا، اگر ایسا کیا تو تم میں سے بعض ایک دوسرے کی گردن ماریں گے[۱]، کی بنیاد پر ایسا طرز عمل کفار کا طرز عمل ہے۔اصولی طور پر ایک دوسرے کے خلاف جنگ اور شمشیر زنی مسلمانوں کی صفت ہے ہی نہیں۔اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس نے یقیناً کفار کی پیروی کی ہے اور ان کی سازش کو عملی جامہ پہنایا ہے۔

۶۔مسلمانوں کے درمیان تکفیر کے رواج اور ایک دوسرے کے عقیدتی و اخلاقی احترام نہ کرنے سے آپسی میل۔محبت اور الفت و مہربانی جو کہ اسلام کا خاصہ تھا اور ہے،اس کی جگہ نفرت، بدگمانی اور کینہ لے لے گا جس کے نتیجے میں اسلامی معاشرہ اپنی تاریخی ظرافت اور شوکت سے دور ہو جائے گا۔

شیخ جام کے مطابق مومن وہ ہے جو تمام اہل قبلہ کو مسلمان سمجھتا ہو،ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں کفر کے زمرے میں شمار نہ کرتا ہو، ان کے لئے مہربانی کا جذبہ رکھتا ہو، ان کی اصلاح کے لئے کوشاں رہتا ہو،ان کے عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہو ،ان کے غم میں غمگین اور ان کی شادمانی میں شاد ہوتا ہو......تاکہ حق برادری و مسلمانی کو ادا کیا جاسکے۔[۲] اگر ایسا نہ ہو اور اسلامی معاشرے میں یہ صفات نہ پائی جاتی ہوں تو ایسا معاشرہ ایک بے مروت اور خشک معاشرے میں تبدیل ہو جائے گا۔ایک دوسرے کیلئے مہربان مسلمان، جن کا سلام امن کا پیغام ہوتا ہے وہ ایک دوسرے کے دشمن اور ایک دوسرے سے

۱۔ لولؤ و مرجان،احادیث ۴۴۔۴۵، ص ۶۳

۲۔ بحار الحقیقہ، ص ۸۷

بد گمان ہو جائیں گے، پھر ایک دوسرے پر تہمتوں اور بہتانوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو جائے گا۔
۷۔ تکفیری رجحانات کے رواج کا ایک نہایت اہم نقصان، اسلامی معاشروں میں شرعی و قانونی مشکلات کی صورت میں سامنے آئے گا جسکے برے اثرات کافر و مسلمان کے درمیان زوجیت و حرمت زوجیت پر پڑیں گے۔ کسی کو بھی پہلے سے موجود کسی کینے یا نفرت کی وجہ سے آسانی کے ساتھ قتل کر دینے کے رجحان کی بنیاد پر ارث و میراث، نظام مالکیت ،کافر کا مسلمان سے میراث حاصل نہ کرنا، حق ولایت کا ختم ہونا، اولاد پر والدین اور مردوں کا زوجہ پر کنٹرول کا ختم ہونا، والدین کیلئے اولاد کی طرف سے وجوب احترام کا ختم ہونا قدرتی آفات میں مسلمانوں کے درمیان ایک دوسرے کے لئے محبت و تعاون کا نہ ہونا، امداد حاصل کرنے کی غرض سے نص صریح قرآن کے برخلاف کفار کی ولایت اور حکومت کو قبول کرنا......اسی طرح دوسری شرعی مشکلات جیسے غسل، نماز جنازہ وتدفین، مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کا جواز، مرحومین کے لئے دعائے مغفرت جیسے بے حد شدید مسائل کھڑے ہو جائیں گے جن سے اسلامی سماج کی بنیادیں ہل جائیں گی جس کا نہائی نتیجہ یہ ہوگا کہ معاشرہ عملی طور پر ہر چیز کو مباح و جائز قرار دینے والی فکر کا علمبردار بن جائے گا۔
۸۔مذکورہ بالا اثرات و مسائل کا تعلق دنیاوی زندگی سے ہے لیکن اس کے علاوہ بھی تکفیر سے ایسے اثرات مترتب ہونگے جنکا تعلق اخروی زندگی سے ہوگا جس پر بحث کرنے کیلئے ایک مستقل باب کی ضرورت ہے۔شاید یہی وجہ رہی ہے کہ طول تاریخ اسلام میں تکفیر پر کوئی خاص توجہ نہیں رہی ہے۔ پہلی صدی کے صرف معتزلہ وخوارج اور بعد کی صدیوں میں بعض جزئی گروہوں کے علاوہ دوسرے اسلامی معاشروں، ائمہ دین اور علماء نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی ہے بلکہ اکثر مسلمانوں اور اسلامی فرقوں نے تکفیر کے سلسلے میں اعتدال سے کام لیتے ہوئے تکفیر کیلئے نہایت سخت شرائط بیان کئے ہیں بلکہ اس کو قریب قریب ناممکن قرار دیا ہے جس کا مشاہدہ آغاز سے لیکر اواخر تک تاریخ تکفیر کے مطالعے سے باآسانی کیا جاسکتا ہے۔ یہاں تک کہ غزالی جیسے سخت نظریات اپنانے والے عالم نے اس کو غلط بتاتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر ہزار کافر چھوڑ دئے جائیں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک مسلمان کی تکفیر کی جائے، مبادا حکم تکفیر کی بنیاد پر ایک حقیقی مسلمان قتل ہو جائے۔

دور حاضر میں جو کچھ ہو رہا ہے اس پر غور و فکر کرنے کی شدید ضرورت ہے کہ کیا ہوا کہ فراموش شدہ تکفیری رجحان ایک بار پھر نشو و نما پا رہا ہے۔ کس مقصد کے تحت اور کن افراد کے ذریعے اس کو پیش کیا جا رہا ہے؟ وہ کون سی وجوہات ہیں جن کی بنیاد پر اسلام کو خطرات کے دلدل میں ڈھکیلا اور اسلامی معاشروں کو مسائل میں جکڑا جا رہا ہے؟

۹۔طول تاریخ میں مسلم اکثریت والے معاشروں میں غیر مسلمان دینی اقلیتوں جیسے عیسائی، یہودی مجوسی، یہاں تک کہ بودھ مذہب والے بھی مسلمانوں کی حمایت اور اسلامی حکومتوں کے زیر سایہ آرام و اطمینان سے اپنے مکمل حقوق کے ساتھ زندگی بسر کرتے آئے ہیں جبکہ اس کے برخلاف غیر مسلم اقلیت والے معاشروں میں مسلمان پہلے بھی اور آج بھی غیر مسلمانوں اور غیر مسلم حکومتوں کے مظالم کا شکار رہے ہیں۔ موجودہ زمانے میں اسکی واضح مثال میانمار، سنٹرل افریقہ، مغربی چین، روس، اور دنیا کی اور بہت سی جگہیں ہیں جہاں مسلمانوں پر ظلم و ستم، ان کا قتل عام اور ان کا بائیکاٹ عام سی بات ہے۔ مسلمان اکثریت والے علاقوں میں دیگر اقلیتوں کی پرسکون زندگی اسلام اور مسلمانوں کیلئے باعث فخر رہی ہے اور ہے لیکن تکفیری رجحانات کے سر اٹھانے کی وجہ سے ان اقلیتوں کا امن و سکون غارت ہو رہا ہے اور ان کے عبادتی مراکز خطرے کی زد پر ہیں اور کلیسا مسمار کئے جا رہے ہیں۔ یہ سب اسلامی اصولوں اور صدر اسلام سے لیکر آج تک کے مسلمانوں کے طرز عمل کے خلاف ہے جس سے اسلام، اسلامی حکومتوں اور اسلامی ممالک کے خلاف ایک قسم کی بدگمانی اور نفرت آمیز فضا قائم ہو رہی ہے۔

۱۰۔ تکفیری رجحانات کی ترویج اور اس رجحان کے پیروکاروں کے بے روح نظریات، مقامات مقدسہ وتاریخی اماکن مثلاً انبیاء، اصحاب اور بزرگان اسلام کی آرام گاہوں وغیرہ کی تخریب میں جہاں ایک دوسرے کے عقائد کی بے احترامی و توہین جیسا معنوی پہلو موجود ہے وہیں تاریخی و ہنری لحاظ سے بھی اس کے منفی اثرات سامنے آرہے ہیں کیونکہ عام طور پر ان تاریخی مقامات کی تعمیر مسلمان معماروں کے ذریعے ہوئی تھی جو آج بھی اسلامی ثقافت وہنر کا سرمایہ شمار کئے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے اسلامی تاریخ وآرٹ کو زبردست نقصان پہونچے گا جس سے اسلامی کلچر اپنے ایک اہم ترین سرمائے سے ہاتھ دھو بیٹھے گا جس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوگا کہ غیر مسلمانوں کے ذہن میں یہ تصور پیدا ہو جائے گا کہ مسلم اقوام کو تاریخی وثقافتی سرمائے کی قدر کا احساس نہیں ہے۔

امید ہے کہ خداوند عالم کی توفیقات کے سائے میں قرآن وسنت سے توسل اور ان پر حقیقی معنی میں عمل پیرا ہوتے ہوئے دنیا کے تمام مسلمان آپسی اختلافات اور تکفیر کو بھلا کر ایک دوسرے کے نظریاتی اختلافات کے مقابلے میں وسعت نظری کا مظاہرہ کریں گے اور بغیر کسی استثناء کے تمام اسلامی فرقے شدت پسندی اور افراط سے پرہیز کرتے ہوئے آپس میں اتحاد واتفاق سے زندگی بسر کریں گے اور ایک بار پھر صدر اسلام کے طرز پر مشرکین عالم کے مقابلے میں امت واحدہ کے طور پر ابھر کر سامنے آئیں گے تاکہ توفیقات الٰہی ہمارے شامل حال ہو سکیں۔ آمین!

منابع و مآخذ

۱۔قرآن کریم،ترجمہ علامہ ذیشان جوادی۔قرآن کریم؛ترجمہ مرحوم الٰہی قمشہ ای چاپ اول ۸۴ قم،انتشارات لقمان۔

۲۔آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی،ترجمہ قرآن حکیم و شرح آیات منتخب،طباعت اول،اسوہ پبلیکیشنز، قم ۱۳۸۸ شمسی

۳۔ابن اثیر،عزالدین علی،تاریخ بزرگ اسلام و ایران،ترجمہ عباس خلیلی،مؤسسہ مطبوعاتی علی اکبر علمی، تہران (تاریخ موجود نہیں ہے)

۴۔احمد جام نامقی،بحار الحقیقہ، تصحیح و توضیح حسن نصیری جامی،پرنٹ اول:پژوہشگاہ علوم انسانی و مطالعات فرہنگی، تہران ۱۳۸۹

۵۔افلاکی،شمس الدین احمد،مناقب العارفین بہ تصحیح تحسین یازی چی،انجمن تاریخ ترک پریس،(شہر کا نام موجود نہیں ہے)،۱۹۶۱

۶۔بخاری،محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری،ترجمہ عبد اللہی نور احراری،پرنٹ دوم،شیخ الاسلام احمد جامی پبلیکیشنز،تربت جام،۱۳۹۰ شمسی۔

۷۔حسن ابراہیم حسن،تاریخ سیاسی اسلام،ترجمہ ابوالقاسم پائندہ،بدرقہ جاویدان پبلیکیشنز، تہران ۱۳۸۵ شمسی

۸۔دہخدا، علی اکبر،لغت نامہ دہخدا،مؤسسہ انتشارات و تہران یونی ورسٹی پریس،۱۳۷۷ شمسی

۹۔سورآبادی ابو بکر عتیق نیشاپوری، تفسیر سورآبادی (تفسیر التفاسیر) بہ تصحیح سعیدی سیرجانی،فرہنگ نشر نو، تہران ۱۳۸۱ شمسی۔

۱۰۔سید قطب، تفسیر فی ظلال القرآن،ترجمہ ڈاکٹر مصطفیٰ خرم دل، جلد ۲،احسان پبلیکیشنز، تہران،۱۳۸۷ شمسی

۱۱۔سیوطی،جلال الدین، تفسیر جلالین،ترجمہ حسن رستمی،پرنٹ اول، مؤسسہ انتشارات حسینی اصل،ارومیہ،۱۳۹۱ شمسی

۱۲۔طبری،محمد بن جریر،تاریخ طبری(الرسل والملوک)،ترجمہ ابو القاسم پائندہ،فرہنگ ایران پبلیکیشنز، تہران،۱۳۵۲ شمسی۔

۱۳۔عبد الباقی محمد فواد،لؤ لؤ و مرجان(احادیث مشترک امام بخاری و امام مسلم)،ترجمہ ابو ابکر حسن زادہ،جلد۱،پرنٹ پنجم،احسان پبلیکیشنز، تہران،۱۳۹۱ شمسی۔

۱۴۔مکارم شیرازی،آیت اللہ ناصر و دیگران، تفسیر نمونہ،پرنٹ ہفتم،دار الکتب الاسلامیہ، تہران،۱۳۶۲ شمسی

۱۵۔موسوی بجنوردی، کاظم،دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی، مرکز دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی، تہران،۱۳۹۱ شمسی

۱۶۔نعمانی،علامہ محمد منظور، معارف الحدیث،ترجمہ عبد المجید مرادزہی خاشی، جلد۱، فاروق اعظم پبلیکیشنز، زاہدان، ۱۳